BANAT- E- KHADEEJATUL KUBRA

مجلہ بنات خدیجۃ الکبریٰ

شمارہ 08

- وطن اور ریاست، داعیانِ جہاد کیلیۓ اہم نکتہ
- جب خلافت قائم تھی
- اسلامی گھرانے سے اسلامی معاشرے تک



https://umnews.net

1446 Rajab

2025 Jan

فہرست مضامین

اداریہ

"مسلم معاشروں میں لڑکیوں کی تعلیم کانفرنس اسلام آباد میں ہی کیوں؟"

گزشتہ دنوں اسلام آباد میں ایک اجلاس کا انعقاد کیا گیا جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ملکی و غیر ملکی اشخاص نے شرکت کی اور بیانات کیے اہم بات یہ تھی کہ اس اجلاس کو "مسلم معاشروں میں لڑکیوں کی تعلیم" کے نام سے موسوم کیا گیا اور دلچسپ یہ کہ اس کا انعقاد اسلام آباد میں کیا گیا بحیثیت پاکستانی ہمارا سوال تو بنتا ہے کہ ایسے نازک نام سے منعقدہ اجلاس نازک موڑ سے گزرنے والے ملک کے دارالحکومت میں کیوں کیا گیا؟ ایک سوال یہ بھی ہے کہ خصوصا پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم پر ایسی کونسی عالمی آفت آن پڑی ہے کہ اتنے بڑے بڑے لوگوں کی موجودگی میں اس نوعیت کا اجلاس منعقد کروانے کی نوبت آئی؟ پاکستان سمیت دنیا بھر کے اسلامی و غیر اسلامی ممالک میں لڑکیوں کی تعلیم تو معمول کے مطابق ہی چل رہی ہے

آسان اور سادہ الفاظ میں بیان کیا جائے تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس اجلاس کے انعقاد کا ایک خاص مقصد افغانستان میں جاری لڑکیوں کی تعلیم مسئلے پر بات کرنا تھا اور اس کیلیئے عالمی شہرت یافتہ ملالہ یوسفزئی کو خاص طور پر مدعو کیا گیا، جس سے اسٹیبلشمنٹ کی جانب سے افغانستان کے اندرونی معاملے میں کھل کر مداخلت کروائی گئی حالانکہ افغانستان پر اس نوعیت کی بات چیت اب تقریبا ہر پیلٹ فارم کا حصہ بن چکا ہے مگر پڑوسی اسلامی ملک افغانستان کے ساتھ جاری ان نازک حالات میں اس نوعیت کا جلسہ و اجلاس دونوں ممالک کے درمیان معاملات کو مزید پیچیدہ بنا سکتا ہے

یاد رہے کہ اگر اسلام آباد میں آئندہ لڑکیوں کی تعلیم کے حوالے سے کوئی اجلاس منعقد کیا جاتا ہے تو اس میں پاکستان کے اندر کالجز و یونیورسٹیز میں جانی والی جنسی درندگیوں، لاشوں کی بیحرمتیوں اور ہوسٹلز میں رہنے والی 50 فیصد سے زائد لڑکیوں کے نشے کی لت میں پڑنے پر ضرور بات کی جائے اسی طرح ملکی تعلیمی اداروں کو غیرت دلائی جائے کہ کیوں 78 سال گزر جانے کے باوجود ان کی ایک یونیورسٹی بھی عالمی سطح پر خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کرسکی بلکہ ہر سال معیار گرتا اور یونیورسٹیز بند ہوتی جارہی ہیں؟

وطن اور ریاست، داعیانِ جہاد کیلئے اہم نکتہ

میمونہ عزام

کسی کو اپنے نظریے سے متاثر کرنے کے لیے اس کی ذہنیت اور اس موضوع پر اس کے تصورات کو سب سے پہلے سمجھنا ضروری ہوتا ہے ،ورنہ آپ کی باتیں ایسے ہی ضائع جائیں گی جیسے کہ زرہ پوش کے سینے پر مارا گیا تیر ضائع ہوتا ہے ۔ اس بات کو ایک اور مثال سے یوں سمجھیں کہ ہر شخص کی نظر کا چشمہ الگ نمبر کا ہوتا ہے ،اگر آپ ایک ہی چشمہ ہر عمر اور ہر طرح کے آنکھوں کے مریض کو دیں گے تو جس کے ساتھ وہ نمبر میچ نہیں کرے گا وہ آپ کے چشمے کو اتارنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگائے گا ۔ اس لیے سب سے پہلے متعلقہ موضوع پر مخاطَب کا نظریہ سمجھ کر پھر اس تصور کے رد کا طریقہ سوچنا چاہیئے ۔ جیسے ایک سوال جو ہمارے ذہنوں میں اکثر پیدا ہوتا ہے کہ آج کل کے مسلم ممالک کی فوجوں ،ریاستی اداروں سمیت عوام میں دیندار نیک افراد کی کمی نہیں ہے ۔ بلاشبہ مال کے شوقین اور بزدل بھی کم نہیں جو بڑی طاقتوں سے ڈرتے ہیں لیکن مخلص افراد بھی بہت ہیں جیسے فورسز کے نچلے درجے کے ایسے اہلکار جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مجاہدین کا مقابلہ کرتے ہیں اور یہ صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ تقریبا ہر ملک میں ایسا ہوتا ہے ،اسی طرح دیندار طبقے سے تعلق رکھنے والی عوام جو مجاہدین کو ملک دشمن سمجھتے ہیں ،اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ملک مسلمانوں کا ملک ہے اور یہ لوگ اس کی طاقت اور سیکیورٹی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ۔

تو یہ تصور کہاں سے آیا اور اس تاثر کو کیسے دور کیا جائے ؟ اس تصور کے پس پردہ ایک نظریہ ہے۔جس پر بات کرنے سے پہلے ،ایک غلط فہمی کے ازالے کی ضرورت ہے ۔

وطن اور ریاست کے مفہوم میں فرق :

جس طرح حکومت اور ریاست الگ الگ چیزیں ہیں اسی طرح وطن اور ریاست میں بھی فرق ہے ۔ وطن یا ملک اس سرزمین کو کہتے ہیں جو آپ کی جائے پیدائش ہے ، مسکن ہے ۔ جس مٹی سے آپ کا تعلق ہے ۔ اگرچہ یہ بھی تبدیل ہوتا ہے ۔ لیکن بہر حال اجتماعی معنی میں وطن کا یہی مفہوم ہے ۔ مثلا پاکستان ہمارا وطن ہے ہمیں اس سے وہی محبت ہے جو افغانوں سعودیوں ترکوں ایرانیوں انگریزوں کو اپنے وطن سے ہے ۔

یہ ایک فطری چیز ہے جیسے انسان کو اپنی قوم و خاندان سے یا اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے ۔ اگر دور جائے تب بھی یہ محبت ختم نہیں ہوتی ۔ اسی طرح وطن کی محبت بھی وجود رکھتی ہے ۔ یاد رکھیں وطن کی محبت اور وطن پرستی میں وہی فرق ہے جو اپنی قوم و اہل زبان سے محبت اور قومی و لسانی تعصب میں ہے ،یعنی حق کی طرف داری کرنے اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف وطن کے عارضی مفاد کو ترجیح دینا ۔ کچھ لوگ قوم و وطن کی محبت کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور کچھ لوگ زیادہ اہمیت نہیں دیتے لیکن بہر حال اس کا وجود ہے اور گناہ بھی نہیں ۔

ریاست :

جبکہ ریاست اس سرزمین پر قائم انتظامی ڈھانچے کو کہتے ہیں ۔ اب یہ بادشاہی نظام بھی ہوسکتا ہے اور جمہوری ، آمرانہ ،اور اسلامی نظام بھی ۔ ریاستی نظام کے سقوط یا بدلنے سے ملک یعنی وطن یا سرزمین کا سقوط لازم نہیں ۔ جیسے افغانستان اور شام میں انقلاب کے ساتھ وہاں نیا نظام قائم ہوگیا ، لیکن ان کا ملک اسی طرح قائم ہے ۔ اسی طرح ماضی میں اناطولیہ میں بچی کھچی عثمانی سلطنت و خلافت جو اس دور کا ریاستی نظام تھا ، اسے گرا کر مصطفی کمال نے اسی سرزمین پر سیکولر اسٹیٹ کی بنیاد رکھی ۔ فرق کیا پڑا ؟ ایک ملک ایک ہی قوم صرف پرانی ریاست کے گرنے اور نئے نظام ریاست کے قیام سے وہ سرزمین جس سے مسلمان روحانی طور پر وابستہ تھے وہ ایک

عام ریاست کی حیثیت اختیار کرگیا ۔ بلکہ ترک جو پہلے خود پر فخر کرتے تھے اب افسوس کرنے لگے ۔ جبکہ افغانستان جس کے وسائل کو ہر طاقتور ملک لوٹنا کھسوٹنا چاہتا تھا امارت کے قیام کے بعد اب قابل فخر ریاست کی حیثیت اختیار کرگیا ہے ۔ اس کی وجہ صرف ریاست کا بدلنا ہے ۔

ہمارے ہاں بچپن سے لوگوں کا ذہن ایسا بنا دیا جاتا ہے کہ لوگ ریاست کو مقدس سمجھتے ہیں حالانکہ مقدس ریاست نہیں ہوتی بلکہ اس کا نظام اسے مقدس بناتا ہے ، آپ جرمنی یا جاپان کو مقدس ملک سمجھتے ہیں ؟ ہر گز نہیں لیکن کل وہاں کے لوگ مسلمان ہوجائیں اور خالص اسلام نافذ کردیں تو جرمنی پاکستان سے زیادہ مقدس حیثیت اختیار کر جائے گا ۔ اس کی حفاظت تمام مسلمانوں پر فرض ہوگی ۔

لوگ نادانستہ طور پر اپنے وطن کی خدمت کی بجائے اس نظام کی خدمت کرتے ہیں جس سے سوائے چند افراد کے ٹولے کے کوئی خوش نہیں ۔ ہر شہری اس نظام سے پریشان ہے ۔ مظلوم و مقہور ہے ۔ روز بروز یہ نفرت بڑھتی جارہی ہے ، لیکن جب اس ریاست مشینری کے خلاف بات کی جائے تو لاعلمی کی وجہ سے بلاوجہ اس کا دفاع کرنا شروع کر دیتے ہیں ۔ مثلا بعض مذہبی سیاسی پارٹیاں کہتی ہیں کہ "اس نظام کو ہم نے سہارا دیا ہوا ہے اگر ہم نہ دیں تو یہ ایک دن میں گر جائے ۔ " تو ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ مولانا یہ سہارا دینا چھوڑ دیں تو اچھا ہے ۔ کیونکہ وہ اس سے نہ ملک کی خدمت کررہے ہیں نہ قوم کی بلکہ اس آدم خور نظام کی خدمت کررہے ہیں ۔

ریاستی اداروں کی نابکاریوں اور نااہلیوں کی وجہ سے محنتی دیانت دار اور شریف لوگ نہ درست کام کرسکتے ہیں نہ ملک و قوم کی بھلائی میں کچھ کیا جاسکتا ہے ۔ غلامانہ اور پست ذہنیت رکھنے والے افراد جو آئے دن دنیا میں ہماری سبکی کا سبب بنتے رہتے ہیں ۔ اس نظام کی خدمت کون کرنا چاہے گا جو اپنے لیے قربانی دینے والوں کی بھی کوئی فکر نہ کرتی ہو ۔ اور جب چاہے انہیں بیچ ڈالتی ہو ۔

اس نکتے کو سمجھنے کے بعد ، آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ دیندار افراد کیوں مجاہدین کے مخالف ہیں ، اکثر مسلمان سپاہی کیوں اپنے خیر خواہ مجاہدین کو مارنے اور ان کے ہاتھوں مرنے پر بخوشی راضی ہوجاتے ہیں اور اسے وطن و قوم سمیت اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں ۔ اگر یہ نکتہ یعنی وطن اور ریاست کا فرق ان کی سمجھ میں آجائے تو ایک بڑی تعداد کی سوچ کا رخ درست سمت میں آسکتا ہے ۔

اگرچہ اس مخالفت کے اسباب میں دیگر فیکٹرز بھی ہیں لیکن ان باتوں کو نظرانداز کرکے دلیل یہی پیش کی جاتی ہے کہ یہ ملک و قوم کے دشمن ہیں ۔ ان کا مقصد صرف فساد ہے ۔



اسلام کی مجاہدہ کیسی ہونی چاہیے ؟

ام عکرمہ

اسلام کے بیٹوں کی مائیں درحقیقت اسلام کی مائیں ہوتی ہیں، ایک طرف اگرماں کی تقدیس، تعظیم، تکریم و تحریم اپنی نوعیت میں بے مثل و بے مثال ہے جو اپنی رفعت شان اور علو مرتبت میں منور اور لاثانی حیثیت کی حامل ہے اور جس کی ممتا الفت و محبت شفقت و ترحم میں اپنا مثیل نہیں رکھتی ۔ ماں کی ممتا اور پیار، وارفتگی اور ہر دلعزیز ادائیں کائنات ارض و سماوی میں یکتا و لاجواب ہے اور اس ہستی کا نعم البدل مفقود اور ناممکنات میں سے ہے ۔ تو دوسری طرف ماں کی الفت بھری مقدس ادائیں اپنے اور اسلام کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے منازل قلیل ترین عرصے میں طے کروادیتی ہیں جو دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں سالہا سال میں طے نہیں ہوسکتے ۔ ماں کی مردم خیز گود انبیاء، اولیاء، صلحاء، اتقیاء، سلاطین و امرا اور عظیم انقلابی شخصیات کی آماجگاہ ہوتی ہیں اسی لیے جن اسلام کی ماؤں کے خواب کوہ ہمالیہ سے بھی اونچے ہوتے ہیں تو وہ ماں خود کو اعلی کردار اطاعت خداوندی وفا شعاری اپنے اخلاق اپنے آپ کو زیور علم و عمل و تقوی سے اس وقت سے آراستہ و پیراستہ کرنا شروع کردیتی ہے جب اللہ اس کی کوکھ میں اسلام کے فرزند یا اسلام کی بیٹی کا بیج ڈال دیتے ہیں۔

یہی ماں اسلام کی مجاہدہ ہے، جو اسلام کی خاطر عظیم سے عظیم ترین جہاد کرتی ہے اور اپنے جگر گوشوں کی صورت میں اسلام کے مستقبل کو روشن ستارے اور منور مینارے عطاء کرتی ہے ۔ اپنی کوکھ سے ہی اس کی تربیت کی ابتداء کرتی ہے اور حوصلہ و عزم کی اس بلندی پر قدم رکھتی ہے جہاں ہار، تھکاوٹ اور مایوسی کو کالعدم شمار کردیا جاتا ہے اور یہ حوصلہ مند مجاہدہ راکھ سے ایک جہان کی تعمیر شروع کرتی ہے ۔ بقول شاعر :

پھونک ڈال یہ زمین و اسمان مستعار
پھر راکھ سے آپ اپنا جہان پیدا کر

قدرت اگر اسکو پالنے پوسنے کا حوصلہ دیتی ہے تو یہ عظیم ماں اسلام کے جذبے کی چنگاری سے آگ لیتی ہے اور اپنے نونہال کی ہڈیوں اور گوشت کی تعمیر کو صفات حمیدہ کے جواہرات سے مزین کر دیتی ہے اور پھر اپنے جذبے کی چنگاری سے لیے ہوئے شعلے پر اس کو اتنا پکاتی ہے اور اتنا سینچتی ہے کہ دنیائے کفر و نفاق اس کے پہاڑ نما عزم اور چٹانوں کی سی سختی اور سمندروں جیسے ظرف کے سامنے ریت کے ڈھیر ثابت ہوجاتے ہیں اور یوں پوری دنیا اس ماں کی گود سے نکلنے والے مرد مجاہد کے مقام، مرتبہ، عزت اور پہچان کے آگے انگشت بدنداں ہوکے رہ جاتے ہیں ۔

اے اسلام کی عظیم ماؤ!

آپ کی گودوں میں اگر اسلام کے بیٹے دے دیے گئے ہیں تو انہیں امانت سمجھیں، اس امانت کی تربیت کرکے اسکو مؤتمن کی دین کی حفاظت کے لیے تیار کرو، اس سے جہاد و عزیمت کے ویران محاذوں کو آباد کرواو اور اپنے عظیم ترین دین کے عظیم ترین نبی ﷺ کی ناموس کی حفاظت اور اپنے رب کے دشمنوں کے خاتمے کے واسطے تن من دھن کی بازی لگانے کا جنون دو ۔ اور یہ صرف وہی ماں کر سکتی ہے جو علاقے کے رسوم و رواج، ڈھول طبلوں اور رسارنگیوں سے کوئی علاقہ نہ رکھتی ہو، اسکی منزل اور پیش نظر مقصد صرف یہی ہو کہ میں اسلام کی سربلندی و نفاذ و استحکام میں کس طرح اور کیا کردار ادا کر سکتی ہوں؟ کیسے میں ان امانتوں کو آسمان اسلام پر چاند سورج اور ستاروں کی طرح چمکا سکتی ہوں؟ جب اس کو یہ مقصد دنیوی تمام مقاصد سے مستغنی و لاپرواہ کردیتا ہے تو پھر ایسی مائیں غربت و افلاس کی چکیوں میں پس کر، مصائب و آلام کے لمحوں کو جھیل کر، آزمائشوں کی لپیٹ میں رہ کر۔ طعنوں طنزوں اور حقارت آمیز رویوں کو سہ کر۔ مخالف سمت کی ہواؤں کے تھپیڑوں کے آگے ڈٹ کر اپنے لعلوں کو عالم اسلام کے افق پر درخشندہ ستارے بنا کر اسطرح چمکا دیتی ہیں کہ ان کا زوال ان کی موت بھی نہیں لاسکتا ۔

اللهم اجعلنا منهن واجعلنا امهات المجاهدين والفاتحين ---

آمین یا رب العالمین

ملالہ کے لیے نوبل اِنعام
یہ اِنعام ہے یا اِلزام ؟

مولانا
محمد شفیع چترالی

جنوری ۲۰۱۵

مغربی طاقتوں کی جانب سے ملالہ یوسف زئی کو نوبل اِنعام دیے جانے پر ہمارے ہاں میڈیا کی سطح پر جشن کا سماں ہے۔ ہمارے ہاں ایک ذہنی بیمار طبقہ ملالہ کو اِنٹرنیشنل ایوارڈز دِیے جانے کو پاکستان کے لیے ''اعزاز'' باور کراتا ہے، اور اُن سے جب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ : ''ملالہ کو یہ ایوارڈ کس کارنامے کے عوض ملا ہے؟'' اس سوال پر یہ جواب دِیا جارہا ہے کہ ''ملالہ وہ بچی ہے جس نے سوات میں طالبان کی جانب سے لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی کے خلاف آواز بلند کی تھی اور ملالہ کو تعلیم بالخصوص خواتین کی تعلیم کے لیے جدوجہد کرنے پر یہ اعزازات دیے جارہے ہیں''۔

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ عالمی اعزازات کی اپنی جگہ ایک اہمیت ہوتی ہے، کوئی بھی شخص اپنی کسی غیر معمولی صلاحیت، محنت اور کاوش کی بنا پر عالمی سطح پر اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کرے تو واقعی یہ ایک اعزاز کی بات ہوتی ہے۔ ملالہ نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا ہے کہ اس کا بھائی اس سے روز پوچھتا ہے کہ تم نے ایسا کیا کیا ہے جو ساری دنیا میں تمہارا چرچا ہورہا ہے؟ دراصل یہی اصل سوال ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ملالہ کو بچیوں کی تعلیم کے لیے آواز اٹھانے پر انعام دیا گیا ہے۔ یہ سوال نہایت اہم ہے کہ کیا واقعی ملالہ کو تعلیم کے لیے آواز اٹھانے پر سر پر اٹھایا جارہا ہے؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے ہمیں اس ماحول اور تناظر کو سامنے رکھنا ہوگا جس میں یہ سارا کھیل کھیلا جارہا ہے۔ اس وقت خطے میں ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت جنگ جاری ہے۔ عسکری محاذ پر مغرب کے چالیس سے زائد ممالک کی افواج ۱۳/ سال کی خواری وذلت اٹھانے کے بعد اپنے زخم چاٹتے ہوئے واپس جانے کی منتظر ہیں۔ عسکری محاذ پر اپنی شکست کے آثار دیکھ کر مغربی طاقتوں نے کچھ عرصے سے اپنا سارا زور فکری وابلاغی محاذ پر لگانا شروع کردیا ہے۔ اس محاذ پر نئے نئے گھات لگائے اور نئے نئے ہتھیار آزمائے جارہے ہیں۔ اس جنگ کو ایندھن فراہم کرنے کے لیے انٹیلی جنس سرگرمیوں اور خفیہ سازشوں کا ایک جال بھی بچھایا جاچکا ہے۔ امریکا اور اس کے اتحادی اپنے دشمن کو ''طالبان'' کے نام سے جانتے ہیں اور اس دشمن سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ''طالبان'' کا لفظ گالی بنادیا جائے، طالبان کا ایک نہایت ڈراؤنا اور خوفناک تاثر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ پشاور کے چرچ پر حملہ اور قصہ خوانی بازار میں دھماکا جیسے واقعات کے ذریعے عوام میں طالبان کی حمایت ختم کرائی جائے۔ یہاں بطور جملہ معترضہ کے یہ کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ امریکی استعمار کے خلاف بے مثال جدوجہد کو کامیابی کی منزل کے قریب پہنچانے والے حقیقی طالبان کے کچھ پاکستانی خیر خواہوں یا نام لیواؤں کی سادگی، غباوت اور بے تدبیری بھی عالمی طاقتوں کی اس ابلاغی مہم کو بہت سارا مواد فراہم کررہی ہے۔ اور پھر یہود ونصاریٰ کو مسلمان بچوں اور بچیوں سے اتنی ہمدردی کب سے ہونے لگی ہے کہ وہ ان کی تعلیم کے حق



میں آواز بلند کرنے پر کسی کو انعام دیں۔ مجھے بتائیں کہ امریکا اور یورپی ممالک نے سوات اور قبائلی علاقوں میں کتنے اسکول کھول رکھے ہیں؟ حکومت پاکستان کو پسماندہ علاقوں میں تعلیم کے فروغ کے لیے کتنی امداد دی ہے؟ جہاں تک ہمارا خیال ہے ملالہ کو ہیروئین بنانے کی وجہ صرف یہ تاثر ہے کہ اس نے مبینہ طور پر طالبان کے خلاف مضامین لکھے تھے۔ گویا ملالہ کو تعلیم کی محبت میں نہیں، بلکہ طالبان کی دشمنی میں آنکھ میں بٹھایا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھیے کہ ملالہ کی اس خبر کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی میڈیا کے ذریعہ منظر عام پر آئی ہے کہ ''امریکی عدالت نے ڈاکٹر عافیہ کی اپیل مسترد کردی۔'' یعنی بات اگر تعلیم کے شعبے میں کام کرنے کی ہوتی تو یہ نوبل انعام ڈاکٹر عافیہ کو ملنا چاہیے تھا۔ جی ہاں! ڈاکٹر عافیہ کا جرم یہی ہے کہ اس نے مسلمان بچوں اور بچیوں کی تعلیم اور اسلامی خطوط پر تربیت کے لیے کام کو اپنا مشن بنالیا تھا۔ شاید میڈیا اور اس کے قبیل کے ''دانشوروں'' کے علم میں ہی نہیں ہے کہ ڈاکٹر عافیہ نے پی ایچ ڈی ہی بچوں کی تعلیم و تربیت کے موضوع پر کی تھی۔ ان کے ذہن میں دنیا بھر کے مسلمان بچوں اور بچیوں کو دینی و عصری تعلیم سے آراستہ کرنے کا ایک پروگرام تھا۔ یہی پروگرام دراصل ان کو انتہا پسند، دہشت گرد اور باغی قرار دے کر پس دیوارِ زنداں ڈالنے کا ذریعہ بنا۔ میڈیا کا کہنا ہے کہ ''ملالہ کو جو انعام ملا ہے، اس سے پاکستان کا نام دنیا میں روشن ہوا ہے'' ہماری رائے ہے کہ اس سے پاکستان کا نام روشن نہیں بلکہ پاکستان بدنام ہوا ہے۔ ملالہ کو یہ ایوارڈ اس تأثر کے ساتھ دیا جارہا ہے کہ گویا پاکستانی معاشرے میں بچیوں کی تعلیم کا کوئی تصور نہیں ہے، یہاں اسکول جانے والی بچیوں پر حملے ہوتے ہیں، ملالہ نے ہی بچیوں کی تعلیم کا دروازہ کھولا ہے۔ یہ تاثر کتنا غلط ہے، کوئی بھی دانشور اس سے لاعلم نہیں ہوسکتا۔ آخر میں ایک اور سوال یہ ہے کہ: ''ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ مغرب اسلامی ممالک کے صرف ان لوگوں کو کیوں ایوارڈ دیتا ہے جن کو ان کے اپنے معاشروں میں راندۂ درگاہ سمجھا جاتا ہے۔ بتایا جائے کہ سوات میں اب تو طالبان نہیں ہیں، ملالہ کو ایوارڈ ملنے پر خود اُن کے اپنے گاؤں میں کوئی جشن کیوں نہیں منایا گیا؟ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے دوبارہ اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ کیا واقعی ملالہ کو تعلیم کی محبت میں محبت سے نوازا جارہا ہے، یا اصل مسئلہ طالبان سے بغض وعداوت کا ہے؟ یہ حب علیؓ کا کرشمہ ہے یا درحقیقت بغض معاویہؓ کا شاخسانہ۔ اور کیا مغرب کو طالبان سے دشمنی تعلیم کی وجہ سے ہے یا اس کی کوئی اور وجہ ہے؟ یہاں ایک اور نکتہ قابل غور ہے، کیا ملالہ کو طالبان نے تعلیم حاصل کرنے سے روکا تھا؟ خود ملالہ کی کتاب میں لکھا گیا ہے کہ کئی دنوں تک ملالہ کا اسکول بند رہا، جب اسکول کھلا تو اس نے اندر جاکر دیکھا، وہاں دیواروں پر ''پاک فوج زندہ باد'' کے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ملالہ کے باپ کے اسکول کو طالبان کے خلاف مورچہ بنادیا گیا تھا۔ اسکول پر قبضہ طالبان نے نہیں، سیکورٹی فورسز نے کیا ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس وقت سوات میں آپریشن جاری تھا، اس وقت دوطرفہ لڑائی کے باعث صرف لڑکیوں کے اسکول ہی بند نہیں تھے، بلکہ لڑکوں کے اسکول بھی بند ہوگئے تھے۔ کاروباری سرگرمیاں بھی بند تھیں۔ ملالہ کے نام سے ان دنوں جو ڈائری بی بی سی میں چھپتی تھی، اس میں فوج اور طالبان دونوں کی لڑائی کا ذکر تھا، تو اس ساری کہانی میں یہ عنوان کہاں سے آگیا کہ طالبان نے سوات میں لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی لگائی تھی اور ملالہ نے اس کے خلاف جدوجہد کی؟ ہاں سوات آپریشن کے بعد مخصوص حلقوں نے ملالہ کو صرف اس حوالے سے ہیروئین بناکر پیش کردیا کہ اس نے لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی لگانے پر طالبان کے خلاف بغاوت کی۔ اس کو ''نکتہ بعد الوقوع'' کہتے ہیں اور یہی اس ساری کہانی کی بنیاد ہے۔ ملالہ کو انعام واکرام سے نوازنے کے پیچھے یہ تاثر کارفرما ہے کہ پاکستان میں بچیوں کی تعلیم پر پابندی تھی، ملالہ کی وجہ سے گویا یہ پابندی ختم ہوگئی۔ اور پھر ملالہ کو ایوارڈ ملنے پر صرف وہ چند دانشور، ٹی وی چینلوں، چوپالوں اور ہوٹلوں میں بیٹھ کر خوشیاں منارہے ہیں جن کو ان کے محلے میں بھی کوئی نہیں پوچھتا، جن کو گھر میں ناشتہ نہیں ملتا، وہ ہوٹلوں اور چائے خانوں میں آکر ''دانش وری'' کے جوہر دکھا کر پیٹ پوجا کا سامان کرتے ہیں۔'' اس سارے پس منظر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ملالہ کو جو انعام دیا گیا ہے،

وہ واقعی انعام ہے یا الزام؟

فحاشی و عریانی سے بچیئے

فاطمہ اعظم

اللہ تبارک و تعالیٰ جہاں عدل و انصاف اور صلہ رحمی کا حکم فرماتا ہے وہاں خصوصی طور پر ظلم و زیادتی اور بے حیائی کے کاموں سے منع فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ترجمہ : "بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی اور بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو"۔ (القرآن)

فحاشی، عریانی، جنسی اشتعال انگیزی اور تمام نوعیتوں کی حیا کی خلاف ورزی برائی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

فحاشی کو فروغ دینے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس وقت اُمت مسلمہ اور بالخصوص مسلمانان پاکستان جس طرح کے مسائل سے دوچار ہیں وہ پوری دنیا جانتی ہے کہ وطن عزیز میں قتل و غارت گری، لوٹ مار، کرپشن، مہنگائی، سیلاب، طوفان، بے پردگی، بے حیائی، ہمارے لیے پریشان کن ہے۔

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت ہے کہ "اگر کوئی قوم بے حیائی میں مبتلا ہو کر کھلم کھلا اس کا ارتکاب کرنے لگے تو اس قوم میں طاعون اور وہ بیماریاں پھیل جاتی ہیں جن کا نام ماضی میں نہ سنا گیا ہو''۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ جب معاشرے میں حیا ناپید ہوتی جا رہی ہے اور بے حیائی کا سیلاب ہے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتا تو کیسے کیسے اخلاقی جرائم سر اٹھا رہے ہیں۔ مسلمانوں اور غیر مسلم کا فرق تک ختم ہوگیا ہے۔ بے حیائی اس نہج پر پہنچ چکی ہے کہ سگی بہن اپنے بھائی سے اور سگی بیٹی اپنے باپ تک سے محفوظ نہیں ہے۔ آخر یہ معاشرہ کس طرف جا رہا ہے؟ کوئی اس معاشرے کو دیکھ کر نہیں کہہ سکتا کہ ایک اسلامی ملک ہے کیونکہ اس کا حال بھی مغرب سے کچھ کم نہیں۔

روشن خیالی کے نام پر تاریکیاں مسلط کی جا رہی ہیں، بے حیائی ایک سیلاب کی صورت میں چھا گئی ہے۔ لباس کے نام پر بے لباسی عیاں ہے۔ تعلیم کے نام پر کیا پڑھایا جا رہا ہے اور لازم مخلوط تعلیم یہ سب اس بڑھتی بے حیائی کا نتیجہ ہے۔ اگر اب بھی خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہے اور فحاشی و عریانی کے فروغ کو نہ روکا گیا تو وہ وقت دور نہیں کہ پاکستانی معاشرہ تباہی کے گڑھے میں گر جائے گا اور شاید پھر کبھی نہ اٹھ سکے۔

سنن ابو داؤد کی حدیث شریف کا مفہوم ہے "جب تم میں حیا نہ رہے تو جو جی چاہے کرو"۔ پاکستان میں تو کلب، ہوٹل اور تفریح گاہیں جن میں مخلوط میل جول اور رقص و سرور کی محفلیں جمتی ہیں کی اشاعت فحش کے تمام ذرائع خود صاحب اقتدار کی بر منشاء چل رہی ہیں۔ عریانی کے سدباب کیلئے اوران جرائم پر باقاعدہ سزا تو صرف اسلامی اور شرعی حکومت دے سکتی ہے اور اس کی توقع ہم کم از کم اس ریاست سے تو نہیں کرسکتے۔

آج معاشرہ بدامنی، بے چینی، کے دور سے گزر رہا ہے۔ قتل و غارت گری، دہشت گردی، ڈاکے، رہزنی، نسل کشی، زنا، شراب نوشی، اور قمار بازی کا بازار گرم ہے۔ شرعی احکام کی پابندی کی بجائے اس سے مذاق کیا جا رہا ہے اور نفرت پیدا کی جا رہی ہے۔ ایسے میں اس کی اصلاح کیلئے اسلامی احکامات کو بحیثیت نظام زندگی غالب کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے جو ایک صالح قیادت ہی کر سکتی ہے۔

مسلمانوں کیلئے زندگی کا سرچشمہ اور نصب العین دین اسلام ہے۔ مسلمانوں کو دنیاوی عروج اسی کے ذریعے حاصل ہوا اور آئندہ بھی اسی کے سہارے زندہ رہنا ممکن ہو سکتا ہے۔ جو قومیں اچھے اوصاف کو اپناتی ہیں ان کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں دبا سکتی کیونکہ ملک اور وطن کی صحیح خدمت بھی دین ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ حیا سے ہماری پہچان ہے، حیا ہی تو جان ہے ہماری حیا کا احترام کرنا، حیا کے کلچر کو عام کرنا ہے۔

اسلامی گھرانے سے اسلامی معاشرے تک

خولہ عزام



ایک اسلامی معاشرے کی تکمیل کے لئے لازم ہے کہ اس کی ابتداء پہلے اپنے وجود اور اپنے گھر سے کی جائے، اپنے روزمرہ کے معمولات میں ان چھوٹی چھوٹی سنتوں کو شامل کیا جائے، جنھیں چھوٹا سمجھ کر بالکل نظرانداز کردیا گیا ہے آج جب امت مسلمہ ہر طرف سے مصائب و پریشانی میں گھری ہوئی ہے، ظلم و ستم کی چکی میں پس رہی ہے، مظلوموں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے، تو ایسے میں جب ان حالات و مصائب پر غور کیا جائے تو اس کا ایک ہی سبب نظر آتا ہے، کہ ہم احکام شرعیہ سے بہت دور ہو گئے ہیں، اسلامی نظام کی بجائے جمہوری نظام تو ہم پر مسلط ہو ہی گیا ہے، لیکن ایک المیہ یہ بھی ہے کہ انفرادی طور پر بھی ہم نے اپنی زندگیوں سے دین کو بہت دور کردیا ہے، مختصراً یہ کہ کچھ دین کو ہم سے چھین لیا گیا ہے اور کچھ دین کو ہم نے خود ہی پس پشت ڈال دیا ہے دین اسلام جو ایک نظام ہے، اس نظام کے سقوط کی وجہ سے امت اجتماعی طور پر بھی مسائل کا شکار ہے

اور اپنے گھر میں دین کی کمی اسلام سے دوری کی وجہ سے بھی ہر دوسرا گھر اور خاندان مختلف مسائل میں گھرا ہوا ہے

فرمان باری تعالی ہے :

وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَـهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا وَّنَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى ○

ترجمہ : اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی، اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے

اس آیت کریمہ کے روشنی میں دیکھا جائے، اور اس کے بعد اپنی روزمرہ زندگی کی مشکلات پر نظر ڈالی جائے تو فیصلہ کرنا مشکل نہیں رہے گا کہ ہمارے تمام مسائل کی جڑ اور اصل وجہ کیا ہے؟

معاشرے میں طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان، اولاد کی نافرمانی، رزق میں برکت کا نا ہونا مختلف قسم کے امراض مالی و جسمانی طور پر درپیش مسائل کا حل ایک ہی ہے، کہ اصلاح نفس پر توجہ دی جائے، اپنے گھر سے ہی معاشرے کی اصلاح کی ابتداء کردی جائے، شریعت کو سب سے پہلے اپنے جسم و جاں پر لاگو کردیا جائے، دین کو اپنی انفرادی اور نجی زندگی میں داخل کردیا جائے

ارشاد باری تعالی ہے :

وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ◉ ﴿الذاریات ۵۶﴾

ترجمہ : اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں

جب انسان کی تخلیق ہی ایک مقصد کے تحت عمل میں آئی ہے، تو اپنے مقصد حیات سے روگردانی کرنا خود سے بے انصافی کرنے کے مترادف ہے

یہاں ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائے :

ابن عمر رضی اللہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم میں پانچ باتیں پیدا ہوجائیں گی۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ وہ تم میں ہوں یا تم انہیں پاؤ :

◆ جس قوم میں فحاشی عام ہو جاتی ہے اور کھلے عام اس کو اختیار کرلیا جاتا ہے تو اس قوم میں طاعون اور ایسی تکالیف

پیدا ہو جاتی ہیں جو ان کے اسلاف میں نہیں تھیں۔
◆ جب کوئی قوم زکوٰۃ دینے سے رک جاتی ہے تو ان پر آسمان سے بارشیں آنا بند ہو جاتی ہیں۔
◆ جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتی ہے تو ان پر قحط سالی، مشکل حالات، ظالم حکمران مسلط ہو جاتے ہیں۔
◆ اور جب کسی قوم کے امراء اللہ کے دین کے خلاف فیصلے کرنے لگ جاتے ہیں تو اللہ ان پر ان کے دشمن مسلط کر دیتا ہے۔
◆ اور جب کوئی قوم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو معطل کر دیتی ہے تو اللہ اپنی پکڑ نازل کر دیتا ہے۔
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ان آیات مبارکہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اپنے آپ پر اپنے اردگرد کے ماحول پر ملک اور دنیا بھر کے مسلمانوں پر نظر ڈالی جائے، تو اصل بیماری کی جڑ تک پہنچنا مشکل نہیں ہے، ایک مسئلے اور بیماری کا حل تب ہی نکالا جا سکتا ہے، جب مسئلے اور بیماری کی جڑ پکڑی جائے قرآن واحادیث کی روشنی میں ہمارے مسائل دین سے دوری کی وجہ سے ہیں، ہم نے اپنی خوشیاں اور سکون مغربی طرز زندگی میں ڈھونڈنا شروع کردیا، اور اپنے دین کو پس پشت ڈال دیا، یہی وہ اصل وجہ ہے جس نے ہمارے معاشرے کا ہمارے گھروں کا سکون ہم سے چھین لیا ہے

اللہ تعالی ہمارے نفسوں کو اپنے دین کا تابع کرے، آمین

بائیکاٹ

سیدہ ملیحہ سلطان



ذرا تاریخ کے اوراق پلٹیے اور دیکھیے کہ مدینہ منورہ ہے، جنگ کا سماں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہودی قلعوں کا محاصرہ کر رکھا ہے لیکن کامیابی نہیں مل رہی، محاصرہ طول پکڑ رہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے چین ہیں، قلعہ فتح ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی ہے تو ایسے میں زبان مبارک سے ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے کھجور کے باغات جلا دو، کاٹ دو

کیوں؟!

پیاری مسلمان بہنو، کیا آپ جانتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مبارک زبان سے یہ حکم کیوں جاری ہوا؟ کیونکہ اس یہودی قلعہ کی طاقت وہ کھجور کے باغات تھے، جن کے کھجوروں کی تجارت سے یہودی معاشی طور پر مستحکم تھے اور کسی طرح قابو نہیں آ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ نے حکمت عملی اپنائی اور ان کی معیشت کو ضرب لگانے کے لیے یہ حکم دیا اس کا فوری اثر ہوا اور قلعہ فتح ہوگیا مسلمانوں کو یہودیوں پر فتح حاصل ہوئی اور ان کو جلا وطن کر دیا گیا

(مذکورہ واقعہ بنو نضیر کے ساتھ جنگ کا ہے، جس کی تفصیل بخاری شریف سمیت کئی کتب حدیث و سیرت میں موجود ہے)

اس جنگی حکمت عملی کو ہم بائیکاٹ کے نام سے جانتے ہیں، آج چونکہ امت مسلمہ حالت جنگ میں ہے اس لیے مسلمان ہونے کے ناطے انفرادی طور پر اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ہوگا نا صرف اسرائیلی بلکہ ان تمام ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ بھی جو اس جنگ میں اسرائیل کے ساتھ ہیں

یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف صہیونی ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوں اور ہم ان کے مصنوعات کا استعمال کریں اور ان کے ساتھ تجارت کریں یہ امت کے ساتھ غداری ہوگی میری بہنو، اپنے گھروں میں اپنے محاذوں پر ڈٹ جاؤ اور اپنے گھروں کو صہیونی و دیگر کفری اور حتیٰ کہ اندرون ملک بھی دین دشمن مصنوعات سے بچاؤ، جنگ کے دوران کفار کے ساتھ تجارت کرنا امت کی پیٹھ میں چھرا گھونپنا ہے

اسلامی نقطۂ نظر سے بائیکاٹ تمام امت مسلمہ پر فرض ہے ہی اور الحمد للہ ثم الحمد اللہ غیور مسلمان بائیکاٹ کو جاری رکھے ہوئے ہیں

لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا کریں، ہمارے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں ہے، ہم اتنی دور کیسے جائیں؟ چلیں اور کچھ نہیں تو ہم بہنیں مل کر یہ تو کر سکتی ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو دینی فرائض خصوصا جہاد کا نظریہ منتقل کر سکتے ہیں، کفار و دین دشمن قوتوں کے کاروباروں اور غیر شعوری طور پر کی جانے والی مالی امداد کے بائیکاٹ کا شعور پیدا کر سکتی ہیں

پیاری بہنو، اگر چڑیاں مل جائیں تو شیر کی کھال کھینچ سکتی ہیں، اپنے محاذ پر ڈٹ جائیں اور بائیکاٹ مہم میں اپنے گھر والوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں کو شامل کریں اللہ تعالیٰ ہماری کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے آمین

ریاست پاکستان کی ظلم و بربریت

عاصمہ اسماعیل

افغانستان کی سرزمین ہمیشہ سے امن، محبت اور بھائی چارے کا مظہر رہی ہے، لیکن ہمیشہ سے جارحیت پسندوں اور شریر عناصر نے اس کا منظر بدلنے کی کوشش کی ہے جیساکہ گزشتہ دنوں ریاست پاکستان کی جانب سے کیے گئے ظلم و ستم نے صوبہ پکتیکا کو خون سے رنگین کر دیا۔ معصوم بچوں، عورتوں اور بزرگوں کا خون بہایا گیا، جوکہ انسانیت کے خلاف ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب نوجوان اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے لگتے ہیں اور ان مظالم کا جواب دینے کا سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے ہم خواتین کو بھی اپنی قوم کی عزت، خودمختاری اور معصوم جانوں کے لیے آواز بلند کرنا ہوگی۔

ریاست پاکستان کے یہ مظالم صرف آج کے نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک دیرینہ سازش کا حصہ ہیں جو ہماری خودمختاری اور آزادی کو نقصان پہنچانے کے لیے جاری ہے۔ معصوم جانوں کے خون کا بدلہ لینا ہمارا اخلاقی فرض ہے تاکہ دنیا کو یہ پیغام دیا جاسکے کہ تحریک طالبان پاکستان مظالم کو کبھی معاف نہیں کرتی۔

جیساکہ ہم اصول جہاد اور شرعی دوروں میں سمجھ چکے ہیں کہ...
جہاد صرف اللہ کی رضا کی خاطر
مظلوموں کی مدد اور ظلم کے خاتمے کی خاطر
دفاع اور انصاف کے لیے
اور...
اسلامی نظام کو نافذ کرنے کے لیے
کیا جاتا ہے
تو اگر اس طرح بے گناہ لوگوں پر حملے کیے جاتے ہیں، انسانی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے، خاندان اجڑتے ہیں، اور کئی لوگ بے گھر ہوتے ہیں تو ایسے حالات میں جہاد مظلوموں کے حق میں کھڑا ہونے اور ان کے حقوق کا دفاع کرنے کا نام ہے۔ یہ اسلامی اصولوں کے مطابق ضروری ہے کہ ظلم کو ختم کیا جائے اور مظلوموں کی مدد کی جائے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے آمین



جب خلافت قائم تھی

مؤمنہ

اگر ہم تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ جب تک ہماری خلافت قائم تھی تو قبلہ اول بھی ہمارے پاس ہی تھا۔ خلافت کے ٹوٹنے سے مسلمان ٹکڑوں میں بٹ گئے جس کی وجہ سے کفار بہت جری ہوگئے اور قبلہ اول پر قابض ہونے کے منصوبے بنانے لگے اور آج القدس کا حال ہمارے سامنے ہے۔ یہ خلافت ہی کی بہاریں تھیں کہ اسلام تین براعظموں پر پھیل گیا اور مسلمانوں نے بارہ سو سال آدھی دنیا پر حکومت کی۔ اہل کفار مسلمان خلیفہ کے زیر تحت ذمی بن کر رہے۔ مسلمانوں نے شاہانہ زندگی بسر کی۔ ہر مسلمان آزاد تھا۔ بہنوں، بیٹیوں کی عصمتیں بالکل محفوظ تھیں۔ عدل وانصاف ہر شخص کو یکساں مہیا تھا۔چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا، زانی کو کوڑے مارے جاتے تھے اور شراب قانونی طور پر حرام تھی۔ اسلامی شریعت کا نفاذ پوری طرح قائم تھا۔ اسلامی نظام کی بہاریں پوری دنیا میں دیکھنے کو ملتی تھیں۔ خلیفہ کے اپنے اعمال چاہے فسق پر مبنی تھے پر وہ عوام کو جواب دہ تھا۔ شریعت کے نفاذ کا پابند تھا۔ جرائم کی سرکوبی کرنا اسکے ذمہ تھا۔ حدود کا نفاذ ہر گناہ گار پر بمطابق اسلام کے ہورہا تھا۔ مسلمانوں کو بھی معلوم تھا کہ وہ اپنے ہر ہر عمل کے خلیفہ کے سامنے جوابدہ ہیں۔ ہر کسی پر امیر کی اطاعت لازم تھی۔ کوئی سپہ سالار یا نائب وزیر اگر خلیفہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا تو سزا کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔

پھر وقت نے پلٹا کھایا اور مسلمان منافقین کی اقتدار کی ہوس، کفار کی سازشیں اور مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے خلافت جیسی عظیم ذمہ داری ہم سے لے لی گئی۔ مسلمان ٹکڑے ٹکڑے ہوکر بکھر گئے۔ اور خود کفار کو اپنے اوپر ٹوٹ پڑنے کی دعوت دی۔ پھر جو حال ہوا وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ نتیجتاً مسلمان مغلوب ہوئے اور غلامی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ آج جو مسلمان بظاہر آزاد ہیں وہ بھی ذہنی غلام ہیں۔

ستم بالائے ستم کہ اب تو تجزیہ نگار اور ہمارے صحافی بھی ہر وقت مسلمانوں پر انگلیاں اٹھاتے نہیں تھکتے۔ اب تو عمومی طور پر سب کا ذہن اس بات کو قبول کرنے لگا ہے کہ مسلمان کسی کام کے نہیں، مسلمان بہت پیچھے رہ گئے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ اپنی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو کہیں اسلام کے شہسوار آپکو قیصر وکسری فتح کرتے نظر آئینگے تو کہیں فارس میں جھنڈے گاڑتے۔ کہیں محمد بن قاسم رحمہ اللہ حجاج بن یوسف کے حکم پر ہندوسندھ تک فتح کرتا نظر آئے گا تو کہیں صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ القدس کو پنجہ عدو سے آزاد کرواتے، کہیں طارق بن زیادہ اعدائے اللہ سے بھی داد شجاعت وصول کرتے دکھائی دینگے تو کہیں سرحدی عقاب بدر بن مغیرہ رحمہ اللہ غرناطہ کی حفاظت کرتے۔ پر ستم تو یہ ہوا کہ ہم نے تاریخ بھلا ڈالی، ورنہ معلوم ہوتا کہ خلافت کی وجہ سے کیسے مسلمانوں نے آدھی دنیا پر حکومت کی ہے۔

خلافت کو ٹوٹے ایک صدی ہوچکی ہے۔ اس سے پہلے پوری اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کے اتنا لمبا عرصہ خلافت کے بغیر نہیں گزارا۔ خلافت ٹوٹی تو مسلمان قومیت اور وطنیت پرستی کا ایسا شکار ہوئے کہ آپس میں ہی دست و گریباں ہونے لگے۔ جس کے نتائج اتنے سنگین برآمد ہوئے کہ آج یہود و ہنود اور نصاری یکجا ہوکر مسلمانوں پر حملہ آور ہیں۔ شام،

عراق، برما، چیچنیا، بوسنیا، کشمیر، فلسطین کا شکستہ حال چیخ چیخ کر مسلم امت کو پکار رہا ہے کہ امت کے متحد ہونے کا وقت ہے، امت کو خلافت کے سائے میں یکجا ہونا ہوگا۔ آج ایک کافر ملک اپنے ذاتی عناد کو بھول کر دوسرے کافر ملک سے اتفاق کر رہا ہے تو مسلمان کیوں پیچھے ہیں؟

آج مسلم امت کو جتنے مسائل درپیش ہیں انکا واحد حل خلافت کا قیام ہے۔ پر یہ کہتے ہوئے دل گرفتہ ہے کہ ہم نے خلافت کے متبادل ایک نظام نکال لیا، بلکہ وہ نظام درحقیقت مغرب سے لیا گیا کفری طرز پر ایک نظام ہے۔ جسے جمہوری نظام کہتے ہیں۔ جسکے آگے لفظ اسلامی کا لاحقہ لگانے سے وہ نظام قطعا اسلامی نہیں ہوجاتا۔ اگر یہ باطل جمہوری نظام واقعتاً اسلام کے نفاذ کے لئے درست ہوتا جیسا کہ بعض سکالرز کہتے ہیں تو آج اعدائے اللہ مجاہدین کو یہ کہتے ہرگز نظر نہیں آتے کہ تم جمہوری نظام قبول کرلو ہم تم سے لڑنا چھوڑ دیں گے۔ اسکا یقینا اس نظام میں ایسی خباثتیں پنہاں ہیں کہ دین اسلام کا دشمن جبگ بندی تک کا کہہ رہا ہے۔

اہل کفر ہمیشہ مسلمانوں کی اجتماعیت سے خائف رہے ہیں۔ اسلئے ہمیشہ پر زور کوشش کی کہ مسلمانوں میں اندرونی خلفشار پیدا کرکے انکی اجتماعیت کو توڑا جائے کیونکہ اجتماعیت ٹوٹ گئی تو ان پر قابو پانا آسان ہوگا۔ دشمن بھی اس بات سے باخبر ہے۔ پر ہم کب جاگیں گے؟ ہمیں آپسی مسائل کو ختم کرکے یکجا ہونا ہوگا۔ خلافت کے سائے میں مل کر اعدائے اللہ سے سینہ سپر ہونا ہوگا۔ ہم یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ مسلمان امت کو فرض امامت سونپا گیا ہے اور اگر یہ امامت کا فرض ان سے چھن جائے تو ہر ہر فرد پر لازم آجاتا ہے کہ وہ خلافت کے قیام کے لئے ہر ممکن کوشش کریں ورنہ سب گناہ گار ہونگے۔

آخر پر سوال اٹھتا ہے کہ خلافت کے قیام میں ہماری کیا ذمہ داری ہے۔ تو اسکے لئے اول ضروری ہے کہ ہمیں خلافت جیسے منصب کی اہمیت کے متعلق مکمل آگاہی ہو۔ اپنی تاریخ سے واقفیت ہو۔ پھر یہ آگاہی سینہ بسینہ آگے پھلائیں۔ بطور مسلمان عورت اپنی نسلوں کو جہادی تربیت دیں۔ کیونکہ بنا جہاد کے خلافت کا قیام ممکن نہیں ہے۔ ایسے رجال کار تیار کریں جو باطل سے چابک دستی سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ جو حق کی سربلندی کے لئے جانیں قربان کرنا سعادت سمجھتے ہوں اور باطل سے ٹکرانے میں اپنا فخر سمجھتے ہوں۔ اگر تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں ادراک ہوگا کہ مسلمان خواتین کا قیام خلافت میں، اسلامی شہسوار کی فتح یابی میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔

اکابرینِ اُمت کی تعلیم وتربیت میں خواتین کا کردار

مولانا عصمت اللہ نظامانی

دورِ حاضر میں یہ بات نظر آرہی ہے کہ مسلمان اپنے اکابرین، علمائے کرام، فقہائے عظام، حضرات محدثین اور دیگر صلحاء ومشاہیر کے تذکروں، ان کے کارہائے نمایاں اور علمی، دینی، ملّی وسماجی خدمات سے تو کچھ واقف ہیں، یعنی امتِ مسلمہ کے جلیل القدر مرد حضرات کی حیات اور ان کے اعلیٰ کارناموں سے تو تھوڑا بہت آشنا ہیں، لیکن ان اکابرین اُمت کی تعلیم وتربیت اور شخصیت سازی میں جنھوں نے اہم کردار ادا کیا، خود گم نام رہ کر، تکالیف ومصائب برداشت کر کے ان مشاہیر کو اُمت کے لیے رہنما و پیشوا بنایا، یعنی مسلمان عفت مآب خواتین، ان کے حالات اور اکابرینِ امت کی تعلیم وتربیت اور رجال سازی میں ان کے نمایاں کردار پر ابھی تک گمنامی کے پردے پڑے ہیں۔

حالانکہ وقت کا یہ اہم تقاضا ہے کہ ان عفت مآب خواتین کا تذکرہ اور مشاہیر علماء کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں ان کا کردار لوگوں کے سامنے نمایاں کیا جائے، تاکہ موجود دور کی خواتین کو معلوم ہو کہ عورت صرف ایک فرد کی تربیت نہیں کرتی، بلکہ وہ امت کے رہنما، اور ایک معاشرے کی تربیت کرتی ہے۔ عورت تاریخ ساز افراد کی پرورش کرتی ہے۔ اس کی گود سے قوم کا سر فخر سے بلند کرنے والے بھی تیار ہوسکتے ہیں۔

لہٰذا درج ذیل اکابرینِ امت کی تعلیم وتربیت میں خواتین کا کردار مختصر طور پر ذکر کیا جارہا ہے، تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ مسلمان عفت مآب خواتین نے کیسی بڑی خدمات پیش کی ہیں، اور ان کی کتنی بڑی ذمہ داری ہے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف خواتین اسلام کا رجحان

اولاد کی تعلیم و تربیت سے متعلق قرآنی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی وجہ سے خواتین کو اپنے بچوں کے مستقبل اور ان کی تعلیم وتربیت کی فکر تھی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے زبیر بن عوام پر بچپن میں بغرضِ تربیت سختی کرتیں اور تادیباً مارتی بھی تھیں، جیساکہ علامہ ابنِ حجرؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت حسن بصریؒ سے مروی ایک قصہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ایک مرتبہ میاں بیوی کے درمیان اپنے بچے کی پرورش سے متعلق اختلاف ہوا، وہ دونوں قاضی کے پاس گئے، چونکہ بچہ سمجھدار تھا، لہٰذا قاضی نے بچے کو اختیار دیا اور پوچھا کہ وہ کس کے پاس جا کر رہنا چاہے گا؟ بچے نے اپنے والد کو چُنا۔ اس پر ماں نے قاضی سے کہا کہ بچے سے یہ پوچھیے کہ اس نے والد کو کیوں چنا ہے؟ قاضی نے بچے سے سوال کیا تو اس نے کہا:

"أمي تبعثني كل يوم للكتاب، والفقيه يضربني، وأبي يتركني للعب مع الصبيان۔"

ترجمہ: "میری ماں مجھے روزانہ تعلیم وکتابت سیکھنے کے لیے فقیہ کے پاس بھیجتی ہے، اور فقیہ غلطی پر مجھے مارتا ہے، جبکہ میرا والد مجھے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔"

بچے کا یہ جواب سن کر قاضی نے ماں کے حق میں فیصلہ کردیا اور کہا کہ تم ہی اس کی زیادہ حقدار ہو۔

امام اوزاعیؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی والدہ کا کردار

حضراتِ محدثین میں سے چوٹی کے محدث امام اوزاعی عبد الرحمٰن بن عمروؒ سے حدیث کا کوئی طالب علم ناآشنا نہیں ہوگا۔ سفیان ثوریؒ جیسے عظیم محدث بھی ان کے اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلے ہیں۔ ان کے بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا، چنانچہ ان کی والدہ نے ان کی پرورش کی۔ وہ ان کو

لے کر مختلف شہروں کی طرف ہجرت کا سفر کرتی تھیں، تاکہ ان کا بیٹا علم حاصل کرسکے۔ مشہور محدث ولید بن مزید امام اوزاعیؒ کی حالت پر تعجب کیا کرتے اور فرماتے تھے:

"كان الأوزاعي يتيمًا فقيرًا في حجر امرأة تنقلهُ من بلد إلى بلد."

ترجمہ: ''امام اوزاعیؒ یتیم، غریب اور ایسی عورت کے زیرِ کفالت تھے جو اُن کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے کر جاتی تھی۔''

اور اپنے بیٹے سے کہتے تھے:

"يا بُني! عجزت الملوك أن تؤدب أنفسَها وأولادَها أدبَه في نفسه."

ترجمہ: ''اے میرے بیٹے! بادشاہ وسلاطین عاجز ہیں کہ اپنی ذات اور اولاد کو ایسا ادب سکھلائیں، جیسا امام اوزاعیؒ کا ادب تھا۔''

اس طرح اسفار کی مشقت اور دیگر تکالیف برداشت کرکے اس بیوہ خاتون نے اپنے یتیم بیٹے کی ایسی تربیت کی کہ وہ آگے چل کر فخرِ محدثین بن گیا۔

امام شافعیؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی والدہ کا کردار

امام شافعی محمد بن ادریسؒ سے کون ناواقف ہوگا، ان کے علمی مقام کا اعتراف موافقین اور مخالفین سب کو ہے، لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ ان کی تعلیم وتربیت اور شخصیت سازی میں ان کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ کا کتنا بڑا کردار تھا، چنانچہ علامہ ابن منظورؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"وهي التي حملت الشافعي إلى اليمن وأدبته."

ترجمہ: ''ان کی والدہ ہی انہیں یمن لائی تھیں اور ان کو ادب سکھلایا تھا۔''

امام شافعیؒ بہت چھوٹے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا، چنانچہ ان کی والدہ نے اکیلے ہی ان کی کفالت وپرورش کی اور تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی، اور پھر جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو ان کی والدہ کو اندیشہ ہوا کہ اہلِ علم سے دور رہ کر کہیں ان کے بیٹے کو علمی نقصان نہ ہو، چنانچہ ان سے کہا: "الحق بأهلك فتكون مثلهم" یعنی ''اپنے رشتہ داروں (قریش، جو اہلِ علم تھے) سے جاکر ملو، تاکہ تم بھی ان جیسے ہوجاؤ۔''

مالی حالات ان کے کافی کمزور تھے، یہاں تک کہ امام شافعیؒ کی والدہ کے پاس معلم کو دینے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا، جیساکہ امام شافعیؒ نے ذکر کیا ہے:

"كنت يتيماً في حجر أمي، ولم يكن معها ما تعطي المعلم."

ترجمہ: ''میں اپنی والدہ کی پرورش میں یتیم تھا، اور ان کے پاس معلم کو دینے کے لیے کوئی چیز بھی نہیں تھی۔''

لیکن آفرین ہو اس ماں پر، اپنے بیٹے کے تعلیمی سفر کے اخراجات پورے کرنے کی خاطر اپنا گھر گروی رکھ دیا، چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"ولم يكن عند أمي ما تعطيني أتحمل به، فرهنت دارها على ستة عشر ديناراً، ودفعتها إلي."

ترجمہ: ''میری والدہ کے پاس مجھے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا، جسے میں سفر پر لے جاتا، چنانچہ انہوں نے سولہ ۱۶ دینار پر اپنا گھر گروی رکھا، اور وہ رقم مجھے دے دی۔''

پھر دنیا نے دیکھا کہ اس تعلیم وتربیت کا نتیجہ ایک بہت بڑے فقیہ اور امام کی صورت میں نکلا، جس کی تعلیمات سے امت آج تک مستفید ہورہی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی والدہ کا کردار

مشہور ومعروف محدث وفقیہ امام احمد بن حنبلؒ کی تعلیم وتربیت میں بھی ان کی والدہ کا خصوصی کردار ہے۔ ان کے والد محمدؒ کا جوانی میں تقریباً تیس سال کی عمر میں انتقال ہوگیا تھا، چنانچہ ان کی والدہ صفیہ نے ہی ان کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی طرف دھیان دیا۔

امام احمد بن حنبلؒ نے تعلیم کی غرض سے محدثین کے پاس جانا شروع کیا تو وہ صبح سویرے اٹھتے تھے تو ان کی والدہ بھی ان کے لیے جاگ جاتی تھیں۔ اور بسااوقات وہ رات کے آخری پہر میں اٹھ کر درس کے لیے جانا چاہتے تو اس وقت بھی ان کی والدہ بیدار ہوجاتیں، اور اپنی مامتا سے مجبور ہوکر بیٹے کو

صبح ہونے تک روکتی تھیں، چنانچہ امام احمدؒ فرماتے ہیں :

"كنت ربما أردت البكور إلى الحديث، فتأخذ أمي ثيابي وتقول: حتى يؤذن الناس، وحتى يصبحوا"۔

ترجمہ : "بسااوقات میں طلبِ حدیث کے لیے جلدی جانا چاہتا تو میری والدہ میرے کپڑے پکڑ کر کہتیں : (تھوڑی دیر ٹھہرو) یہاں تک کہ لوگ اذان دے دیں، یا صبح کا اجالا ہو جائے ۔"

امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ نے دو موتی سنبھال کر رکھے تھے، چنانچہ جب امام صاحبؒ بڑے ہوئے، اور تعلیم کے سلسلے میں اخراجات کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے وہ دونوں موتی اپنے بیٹے کے سپرد کر دیئے، جنہیں امام احمدؒ نے تقریباً تیس دراہم کے عوض فروخت کیا۔

امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ ذی شعور تھیں، انہیں معلوم تھا کہ طلبِ علم کے لیے پُرخطر اور بڑے بڑے اسفار کرنے پڑتے ہیں، لیکن بہتر یہی ہے کہ طالبِ علم پہلے اپنے نزدیک اور قرب وجوار میں موجود مشائخ واساتذہ سے علم حاصل کرے، چنانچہ وہ بھی اپنے بیٹے کو پُرخطر سفر کرنے سے روکتی تھیں، اور امام احمدؒ بھی ان کی بات تسلیم فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ مشہور محدث جریر بن عبد الحمیدؒ بغداد آئے تو امام احمدؒ سمیت دیگر طلبہ نے بھی ان سے استفادہ کیا، پھر جب وہ محدث دریائے دجلہ کی طغیانی سے بننے والی ایک بڑی نہر عبور کرکے شہر کے مشرقی جانب گئے تو بعض حضرات نے امام احمدؒ سے وہاں جانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ : "أمي لا تدعني" یعنی "میری والدہ مجھے اجازت نہیں دے گی۔"

امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ کی اس بہترین تربیت اور شعور وفراست کی وجہ سے امام احمدؒ نے آگے چل کر جو بلند مقام حاصل کیا، وہ کسی سے مخفی نہیں ہوگا۔

علامہ ابنِ ہمامؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی نانی کا کردار

علامہ ابن ہمام محمد بن عبد الواحدؒ ایک مضبوط استعداد والے فقیہ گواہی دی ہے، اور ان کی کتاب "فتح القدیر" اس پر شاہدِ عدل ہے۔ علامہ ابنِ ہمامؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی نانی کا بہت بڑا کردار رہا ہے، اور وہ خود بھی ایک نیک خاتون تھیں۔ قرآن پاک کا بڑا حصہ انہیں یاد تھا۔

چنانچہ علامہ ابن ہمامؒ اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنی نانی کے زیرِ کفالت وتربیت رہے۔ ان کی نانی انہیں اپنے ساتھ اسکندریہ سے قاہرہ لے آئیں، تاکہ وہ اچھی طرح علم حاصل کرسکیں، چنانچہ یہاں آکر علامہ ابنِ ہمامؒ طلبِ علم میں مشغول ہوئے اور قرآن پاک حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر دوبارہ ان کی نانی انہیں اسکندریہ لے آئیں، جہاں انہوں نے مزید تعلیم حاصل کی، اور بڑے مشائخ واساتذہ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کیے۔(۱۲)

اس عمر رسیدہ خاتون کو تو بعد میں آنے والوں نے بھلادیا۔ کم ہی لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وقت کے بڑے محدث وفقیہ ابنِ ہمام کی شخصیت سازی اور تربیت میں ان کی عمر رسیدہ نانی کا بڑا کردار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کئی مشہور فقہاء ومحدثین اور دیگر اکابرینِ امت کی تعلیم وتربیت میں خواتین کا اہم اور نمایاں کردار رہا ہے، وہ خود گمنام رہیں، لیکن انہوں نے امت کے لیے کئی رہنما وپیشوا تیار کیے، جنہوں نے مسلمانوں کے لیے دینی، علمی، سماجی اور ملّی خدمات انجام دیں، لہٰذا دورِ حاضر میں ایسی رجال ساز خواتین کا تذکرہ لوگوں کے سامنے پیش کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے، تاکہ عہدِ حاضر کی مسلمان عفت مآب خواتین بھی ان کی پیروی کرکے ایک فرد کے بجائے رجالِ کار تیار کریں۔

نظمیں

نئی تہذیب

اکبر الہ آبادی

یہ موجودہ طریقے راہیٔ ملک عدم ہوں گے
نئی تہذیب ہوگی اور نئے ساماں بہم ہوں گے

عقائد پر قیامت آئے گی ترمیم ملت سے
نیا کعبہ بنے گا مغربی پتلے صنم ہوں گے

نئے عنوان سے زینت دکھائیں گے حسیں اپنی
نہ ایسا پیچ زلفوں میں نہ گیسو میں یہ خم ہوں گے

بہت ہوں گے مغنی نغمۂ تقلید یورپ کے
مگر بے جوڑ ہوں گے اس لیے بے تال و سم ہوں گے

نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگھٹ اس طرح سے حاجب روئے صنم ہوں گے

ہماری اصطلاحوں سے زباں نا آشنا ہوگی
لغات مغربی بازار کی بھاشا سے ضم ہوں گے

بدل جائے گا انداز طبائع دور گردوں سے
نئی صورت کی خوشیاں اور نئے اسباب غم ہوں گے

بدل جائے گا معیار شرافت چشم دنیا میں
زیادہ تھے جو اپنے زعم میں وہ سب سے کم ہوں گے

نہ پیدا ہوگی خط نسخ سے شان ادب آگیں
نہ نستعلیق حرف اس طور سے زیب رقم ہوں گے

گزشتہ عظمتوں کے تذکرے بھی رہ نہ جائیں گے
کتابوں ہی میں دفن افسانۂ جاہ و حشم ہوں گے

خبر دیتی ہے تحریک ہوا تبدیل موسم کی
کھلیں گے اور ہی گل زمزمے بلبل کے کم ہوں گے

کسی کو اس تغیر کا نہ حس ہوگا نہ غم ہوگا
ہوئے جس ساز سے پیدا اسی کے زیر و بم ہوں گے

تمہیں اس انقلاب دہر کا کیا غم ہے اے اکبرؔ
بہت نزدیک ہیں وہ دن کہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

نظمیں

عشقِ رسول ﷺ کیا ہے؟

اتباف ابرک

عشق رسول ﷺ، اللہ سے لو لگانا
مومن کی روح ڈھلنا، قرآں کو راہ کرنا

عشقِ رسول ﷺ کیا ہے ، حق کو حیات کرنا
فرقوں میں بٹ نہ جانا ، ہر بت کو پاش کرنا

عشقِ رسول ﷺ کیا ہے ⊠، قائم نماز کرنا
لازم زکوۃ دینا، خیرات صدقہ کرنا

عشقِ رسول ﷺ کیا ہے، رزقِ حلال کھانا
سود اور حرام سے بھی اولاد کو بچانا

عشقِ رسول ﷺ کیا ہے، اہلِ زمیں سے جڑنا
ہر اک کی خیر بننا، مشکل میں کام آنا

عشقِ رسول ﷺ کیا ہے، رشتوں کو یاد رکھنا
ماں باپ کی اطاعت، ان کا خیال رکھنا

عشقِ رسول ﷺ کیا ہے، ترکِ گناہ کرنا
ہر شرک، شر، برائی کے پاس تک نہ جانا

عشقِ رسول ﷺ کیا ہے، نیت کو صاف رکھنا
اس زندگی کا محور، خوفِ خدا بنانا

عشقِ رسول ﷺ کیا ہے، درود و سلام کہنا
لفظوں سے آگے بڑھ کے، سنت پہ ان کی چلنا

عورت کا بناؤ سنگار

قرآن عورت کو ضرورت کے پیش نظر گھر سے باہر نکلنے کی اجازت تو دیتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ہر ممکن خطرات سے بچاؤ کی تدابیر بھی کرتا ہے۔ وہ اس بات کی سختی سے مذمت کرتا ہے کہ عورت گھر سے باہر بن سنور کر نکلے اور نہ صرف خود کو بلکہ پورے اسلامی معاشرے کو خطرات سے دوچار کرے۔ لہٰذا تربیتی انداز سے راہنمائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ'' (الاحزاب : 33)

جیسے کہ ظہور اسلام سے قبل عورتوں میں بن سنور کر بازاروں میں گھومنے کی عادت تھی۔ لہٰذا اسلام نے اس عادتِ قبیحہ کے خلاف واشگاف الفاظ میں علم جہاد بلند کر کے عورت کو عزت و احترام کا لباس بنایا۔

افسوس صد افسوس کہ آج اسلامی معاشرے کی اخلاقی حالت پھر اس مقام پر پہنچ چکی ہے کہ تربیت کے اس حکم کو ذکرِ زبان زد خاص و عام کیا جائے تاکہ خواتین میں تبرج کی عادت ختم کی جا سکے۔

فتاوی دار العلوم دیوبند سے اقتباس